# دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ایک شخص زید نے بکر کو ایک لاکھ روپے قرض دیے یا بکر کے ہاتھ کوئی شے ایک لاکھ روپے میں ادھار فروخت کی۔ بکر نے دَین کی ادائیگی میں مثلاً دس سال کی تاخیر کی، اب جبکہ دس سال بعد روپے کی قیمت پہلے سے بہت زیادہ گر چکی ہے کیا زید مجبور ہوگا کہ وہ بکر سے فقط ایک لاکھ روپے وصول کرے یا روپے کی قیمت میں کمی کے تناسب سے زائد رقم وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔ اگر وہ فقط وہی ایک لاکھ روپے وصول کرے تو اس میں زید کا بڑا نقصان ہے اور اس طرح تو ادھار لین دین کرنا اور قرض دینا مسدود ہو جائے گا جس میں ظاہر ہے کہ بڑا حرج ہے اور اگر وہ زائد رقم لے تو اس میں سود ہونے کا اندیشہ ہے۔ شریعت کا اس بارے میں جو حکم ہو بیان فرمائیں۔

الجواب باسم ملهم الصواب حامداً ومصلیاً۔

جواب کے لیے دو مقدمات کو جاننا ضروری ہے۔

(۱) روپیہ نام ہے دھات کے سکے کا جو کہ ہماری حکومت جاری کرتی ہے۔ روپے کا کاغذ کا نوٹ اس کا متبادل ہے۔ فقہاء جس کو فلوس شمار کرتے ہیں روپیہ بھی اُن ہی میں سے ہے۔

(۲) سونا چاندی ثمنِ خلقی ہیں۔ ہدایہ باب الربوا میں ہے

"بخلاف النقود لانها للثمنية خِلقةً"

اور عنایہ میں ہے "لانها للثمنية خلقة" لا اصطلاحًا فلا تبطل باصطلاحهما"

اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ سونا اور چاندی خِلقتاً ثمن ہیں لہٰذا وہ اصطلاحی و عرفی ثمن کے لیے معیار بن سکتے ہیں اور اس طرح صورتِ مسئولہ میں زید کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ ایک لاکھ روپے میں قرض یا ادھار

دیتے وقت جس قدر سونا یا چاندی (جو بھی کم ہو) آتی تھی۔ اَب دس سال کے بعد روپے کی قیمت میں کمی ہونے کی وجہ سے اتنا ہی سونا یا چاندی وصول کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر دس سال پیشتر قرض دینے کے وقت ایک لاکھ روپیہ کی پچیس سو تولہ چاندی آتی تھی تو زید کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بکر سے بجائے ایک لاکھ روپے وصول کرنے کے پچیس سو تولہ چاندی وصول کرے اگرچہ اَب ایک لاکھ روپے کی پچیس سو تولہ کے بجائے پندرہ سو تولہ چاندی آتی ہو) البتہ اگر زید چاہے کہ اپنا قرض روپوں کی شکل ہی میں وصول کرے تو وہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ وصول نہیں کر سکتا کہ زائد واضح طور پر سود ہوگا کیونکہ ایک ہی جنس میں ایک جانب کم ہے اور دوسری جانب زائد۔

مندرجہ ذیل عبارات فقہیہ میں صراحت موجود ہے۔

"... أما اذا غلت قیمتها أو انتقصت فالبیع علی حاله ولا یتخیر المشتری ویطالب بالنقد بذلك العیار الذی کان وقت البیع کذا فی فتح القدیر۔ وفی البزازیة عن المنتقی غلت الفلوس أو رخصت فعند الإمام الاوّل والثانی أوّلا لیس علیه غیرها وقال الثانی ثانیا علیه قیمتها من الدراهم یوم البیع والقبض وعلیه الفتوٰی وهکذا فی الذخیرة والخلاصة عن المنتقی ونقله فی البحر واقره حیث صرح بان الفتوٰی علیه فی کثیر من المعتبرات فیجب ان یعول علیه افتاءً وقضاءً ولو أر من جعل الفتوی علی قول الامام هذا خلاصة ماذکره المصنف رحمه الله تعالیٰ فی رسالته بذل المجهود فی مسئلة تغیر النقود

وفی الذخیرة عن المنتقی اذا غلت الفلوس قبل القبض أو رخصت قال ابو یوسف قولی وقول ابی حنیفة فی ذلك سواء ولیس له غیرها ثم رجع ابو یوسف وقال علیه قیمتها من الدراهم یوم وقع البیع ویوم وقع القبض اه وقوله یوم وقع البیع ای فی صورة البیع وقوله یوم وقع القبض ای فی صورة القرض کما نبه علیه فی النهر فی باب الصرف۔

---

ے ڈالر یا پاؤنڈ وغیرہ کو بھی معیار نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ معیار وہ ہوتا ہے جو خود غیر متبدل ہو جبکہ ڈالر اور پاؤنڈ وغیرہ کی مالیت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ فقط (منہ)

وحاصل ما مرانه على قول ابي يوسف المفتى به لا فرق بين الكساد والانقطاع والرخص والغلاء في انه تجب قيمتها يوم وقع البيع أو القرض لا مثلها۔

وفي دعوى البزازية من النوع الخامس عشر عن فوائد الامام ابي حفص الكبير استقرض منه دانق فلوس حال كونها عشرة بدانق فصارت ستة بدانق أو رخص وصار عشرون بدانق يأخذ منه عدد ما اعطى ولا يزيد ولا ينقص اھ قلت هذا مبنى على قول الامام وهو قول ابي يوسف أولا وقد علمت ان المفتى به قوله ثانيا بوجوب قيمتها يوم القرض وهو دانق اى سدس درهم سواء صار الآن ستة فلوس بدانق أوعشرين بدانق تأمل (رد المحتار ص ۲۷/۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ولوكان يروج لكن انتقص قيمته ... وفتوى الامام قاضى ظهير الدين على انه يطالب بالدراهم التي يوم البيع يعني بذلك العيار ولا يرجع عليه بالتفاوت (رسائل ابن عابدين ص ۶۱/۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواحد

بقیہ: فراستِ مومن

ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ وہاں کے گورنر حضرت عثمان رضؓ بن ابی العاص ثقفی تھے کچھ دن وہاں مقیم رہے اور وہاں بھی کسی گاؤں کی کسی رئیس کی عورت سے سلسلہ محبّت شروع کر دیا یہ خبر بھی چھپ نہ سکی حضرت عثمان رضؓ نے اُن کو طلب فرمایا کہ امیرالمومنین اور ابوموسیٰ نے اِن ہی شنائع کی وجہ سے تم کو جلا وطن کیا تھا۔

اس واقعہ کو سُن لینے کے بعد غالباً اس میں شُبہہ نہیں رہ سکتا ہے کہ فراست کے لیے تھوڑی سی تحریک ضروری ہوتی ہے۔ فاروق اعظم رضؓ نہ اس عورت کے یہ گیت سُنتے اور نہ اس طرف توجّہ ہوتی، لیکن اس معمولی تحریک کے بعد فاروق اعظم رضؓ کی نظر وہاں تک پہنچی جہاں تک ہر شخص کی نظر نہیں پہنچ سکتی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ صاحبِ فراست کے لیے ہر وقت یہ فراست اسی طرح کام دے بلکہ جس طرح مختلف ملکات والے اپنے ملکات سے کسی وقت کام لے سکتے ہیں کسی وقت نہیں۔ اسی طرح صاحبِ فراست بھی کسی وقت اس فراست سے بہت دُور تک پہنچ جاتا ہے اور بعض اوقات معاملات کے انجام کا وہم تک بھی نہیں ہوتا ہے۔